نقد و استدراک

قرآن کریم اور فرضی داستانیں

——— پروفیسر سید احتشام احمد ندوی

تحقیقات اسلامی ۲۰۱۱ء کے دوسرے شمارہ (اپریل-جون) میں ڈاکٹر محمود حسن الہ آبادی کا ایک مقالہ بہ عنوان 'داستان نویسی اور قرآن و حدیث کے تاریخی واقعات' شائع ہوا ہے۔ میری نظر میں یہ مقالہ نہایت خطرناک اور قرآنی روح کے خلاف ہے۔ ہرچند کہ فاضل مقالہ نگار نے بہ ظاہر داستان کی تعریف کی ہے اور قرآن کے منشا کو بھی بیان کیا ہے، مگر انھوں نے ظلم یہ کیا ہے کہ کھینچ تان کر بعض قرآنی واقعات کو داستانوں کی فہرست میں شامل کر دیا ہے۔

انھوں نے یہ نہیں بیان کیا کہ داستانوں کا مقصد دلوں کو بہلانا، وقت گذارنا، تعجب خیز فرضی واقعات گھڑ کر عوام کو خوش کرنا، تھا۔ عہد قدیم یا عہد وسطیٰ میں یہ فن اس لیے ایجاد کیا گیا تھا، تاکہ رات کو عوام ایک جگہ جمع ہو کر انھیں سنیں اور لطف حاصل کریں۔ دیگر الفاظ میں داستانوں نے ایک زمانے میں وہ رول ادا کیا ہے جو آج کے زمانے میں نوٹنکی، سینما، ٹی وی اور ویڈیو وغیرہ ادا کرتے ہیں۔ داستان میں ایک ہیرو ہوتا ہے اور ایک ہیروئن۔ ہیرو ہیروین کے عشق میں دیوانہ ہو کر اس کی تلاش میں ملک ملک اور شہر شہر پھرتا ہے، بالآخر جنوں، مہرہ، اسمِ اعظم کے ذریعہ اس کو پالیتا ہے۔ یہ ساری داستانیں کامیڈی پر ختم ہوتی ہیں۔ ان میں ہیرو ہیروئن کو کلمہ طیبہ بھی پڑھوا دیتا ہے۔ اس بنا پر اردو کا فرانسیسی ناقد گارساں دتاسی کہتا ہے کہ ''مسلمان داستان گو تبلیغ اسلام کرنا کبھی نہیں بھولتا''۔ اردو داستانوں پر مرزا اسد اللہ خان غالب نے عمدہ تبصرہ کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

> ''معزالدین فیروز بخت کی کشور کشائیاں، ابوالحسن جوہر کی نیرنگ نمائیاں، عجائبات حکیم قسطاس کی حیرت فزائیاں، ملکہ نو بہار کی رنگیں

ادائیاں، جمشید خود پرست کی زور آزمائیاں، منار منحوس کی بے حیائیاں،
مسلمین و کفار کی لڑائیاں، مسلمانوں کی بھلائیاں اور کافروں کی برائیاں''

لیکن یہ سارے کردار ذہن انسانی کی تخلیق تھے اور یہ واقعات کبھی پیش نہیں آتے تھے۔ ان کا مقابلہ اور موازنہ قرآنی واقعات سے کرنا اپنی تاریخ اور اپنے عقیدہ میں شک پیدا کرنا ہے۔ داستان کا کچھ تعلق قرآن سے نہیں ہے۔ نبیوں کے قصوں میں جو اپنی طرف سے کچھ اضافہ کرتا ہے وہ شخص مردود ہے۔ داستانیں ناممکن الوقوع واقعات کا پلندہ ہوتی ہیں، مگر قرآنی واقعات اور نبیوں کے قصے عملی زندگی میں پیش آئے ہیں۔ داستان اور قرآن میں کوئی تال میل نہیں ہے۔ دونوں انسانوں کو مختلف سمتوں میں لے جاتے ہیں۔ داستانوں کے اندر جنسی واقعات کی گندگی ناگواری کا احساس پیدا کرتی ہے۔ قرآن انسان میں پاکیزہ اور اعلیٰ قدریں پید کرنا چاہتا ہے، داستانیں اس کے برعکس منفی قدریں پیدا کرتی ہیں۔ جھوٹے، بناوٹی، پر تصنّع اور خیالی قصوں کی تخلیق داستانوں کا امتیاز ہے۔ داستانیں لطف و لذت حاصل کرنے، لوگوں کو خوش کرنے اور ان کی وقت گذاری اور Entertainment کے لیے لکھی جاتی تھیں، جب کہ قرآن مجید کے قصے انبیاء علیہم السلام کے قصص ہیں، جو سچے ہیں۔ داستانوں کی ساری کہانیاں فرضی اور ذہنی اختراع اور منفی قدروں کی حامل ہوتی ہیں، جب کہ قرآن انبیاء علیہم السلام کے واقعات کو زندگی کے حقائق بنا کر پیش کرتا ہے۔ یہ کفار مکہ تھے جو قرآن کو اساطیر اور فرضی داستانیں کہتے تھے۔ اگر کوئی شخص قرآنی قصوں پر داستانوں کا اطلاق کرتا ہے وہ گویا کفار مکہ کی تائید کر رہا ہے اور قرآن مجید کو اساطیر الاولین بنانے کی کوشش کر رہا ہے، العیاذ باللہ۔ قرآنی واقعات کو داستانیں قرار دینے کی غلطی عربی کے مشہور ادیب توفیق الحکیم سے بھی سرزد ہوئی ہے۔ انھوں نے اصحاب کہف کے قصہ کو ڈرامہ (یعنی خیالی داستان) کے طور پر پیش کیا ہے۔ اس ڈرامہ پر ڈاکٹر طہٰ حسین کا مقدمہ اس امر کی غمازی کرتا ہے کہ اس جرم میں طہٰ حسین بھی برابر شریک ہیں۔ توفیق الحکیم نے اپنے ڈرامہ میں اصحاب کہف کے ایجابی قصہ کو منفی انداز میں پیش کیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اصحاب کہف غار میں ۳۰۹ برس چھپے رہے۔ جب وہ

غار سے باہر آئے تو زمانہ بدل چکا تھا، یہ لوگ جب شہر گئے تو زندگی کو اپنی قدروں سے دور پایا۔ بالآخر عاجز اور مایوس ہوکر غار کی طرف لوٹ آئے۔ اس طرح توفیق الحکیم نے یہ بات پیش کی ہے کہ جو زندگی اور زمانہ سے دور ہوگیا وہ معاشرہ کے ساتھ مل جل کر نہیں رہ سکتا۔ بہ الفاظ دیگر انھوں نے اصحاب کہف کو زندگی اور زمانہ سے پیچھے رہ جانے کے باعث سماج میں رہنے کے لیے نااہل قرار دیا۔ تعجب ہے کہ قرآن مجید تو ان نوجوانوں کی تعریف کرتا ہے اور انھیں ہدایت یافتہ کہتا ہے اور توفیق الحکیم ان کو زندگی کے لیے نااہل قرار دیتے ہیں۔ اس طرح وہ ایک طرح سے قرآن کی مقصد کی نفی کردیتے ہیں۔ بالکل یہی کام قرآنی قصوں پر لفظ داستان کا اطلاق کرکے کیا گیا ہے۔

دوسری بات یہ کہ قرآن میں مذکور بیش تر قصے ماقبل تاریخ کے ہیں۔ ان کو تاریخی کہنا قابل غور ہے۔ اگر قرآنی قصوں کو تاریخی قصے مان بھی لیا جائے تو احادیث میں جو قصے بیان ہوئے ہیں وہ تاریخی نہیں ہیں۔ وہ سب عبرت ونصیحت کے لیے ہیں۔ ان کی تاریخ کا تعین ناممکن ہے۔

فاضل مقالہ نگار نے مقالہ کی ابتدا میں بہت اطناب کے ساتھ داستان کی تعریف مغربی اور مشرقی مصنفین کے بیانات سے کی ہے۔ پھر مختلف زبانوں کی چند اہم داستانوں کا تذکرہ کیا ہے۔ اس طرح انھوں نے نفسیاتی طور سے داستانوں کا ایک ماحول پیدا کرکے اس کا قرآن مجید کے قصوں پر انطباق کرنا چاہا ہے۔ کسی مفسّر کی غلط بیانی، یا اسرائیلیات کے بیان میں اس کی مبالغہ آمیزی اور کسی داستان نویس کا قرآنی قصص کو داستان کے رنگ میں بیان کرنا، اس کی ذمہ داری نہ اسلام پر ہے اور نہ قرآن پر۔

مقالہ نگار نے ایک جگہ لکھا ہے:

> ’’کچھ اسلامی قصوں کی شکل بعض مفسرین نے بگاڑ دی ہے۔ بہت سے قرآنی قصے بائبل کی تبدیل شدہ شکل میں ہیں۔ اسرائیلیات نے تو اور ستم ڈھایا ہے۔ انبیاء کرام کے بعض قصوں میں اسرائیلیات کی چھاپ ہے۔ وحی یا الہام کے ساتھ جب غیر الہامی واقعات کو شامل کیا جائے گا

تو یہ داستان طرازی ہو جائے گی۔ 'سلیمان اور بلقیس'، 'یوسف زلیخا' اور 'ہابیل وقابیل' کے قصے اسی لیے داستانوں میں شمار ہوں گے۔

یہاں فاضل مقالہ نگار نے یہ حقیقت فراموش کردی کہ داستانوں کے قصے ناممکن الوقوع ہیں، مگر موجود ناولوں کے قصے اگر واقع نہ بھی ہوئے ہوتے تو بھی ممکن الوقوع ہیں۔ داستان خیال وذہن کی تخلیق ہوتی ہے، جس کی خارج میں موجودگی یا امکان ضروری نہیں، جب کہ قرآن کا بیان حق ہے، اس لیے احسن القصص کو یا قرآن کے کسی قصے کو داستان قرار دینا نہایت گمراہ کن بات اور بدعقیدگی ہے۔ موصوف مزید لکھتے ہیں:

"بعض قرآنی قصوں میں اثری یا تاریخی وعلمی تحقیقات نے ندرت پیدا کردی ہے، جیسے اصحابِ کہف کا قصہ، ذوالقرنین کا قصہ، لقمان حکیم اور خضرؑ کے قصے۔ ان تحقیقاتی تفصیلات کی وجہ سے انہیں داستانوں کی فہرست میں رکھا جا سکتا ہے، کیوں کہ یہ تفصیلات قرآن کے بیان پر غیرمعارض اضافہ ہیں۔"

اس بیان پر دو اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔ پہلا اعتراض ان کو داستان کہنے پر ہے اور دوسرا اعتراض اس پر ہے کہ یہ چیزیں قرآن پر اضافہ ہیں۔ یہ سارا اضافہ اور ساری اسرائیلیات مردود ہیں۔ کعب احبار اور وہب بن منبہ کے اضافات پر بھی علما نے نکیر کی ہے۔ خالص دینی اور عقائدی نقطۂ نظر سے قرآن کے کسی قصہ کو داستان نہیں کہا جا سکتا۔

جہاں تک حدیث میں مذکور قصوں کا معاملہ ہے تو فاضل مقالہ نگار نے بخاری، مسلم اور ترمذی کی صحیح احادیث سے استفادہ کیا ہے۔ ان قصص میں سے کوئی بھی تاریخی دور کا نہیں ہے۔ سب ماقبل تاریخ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہم ان کے دور کا تعین کرنے سے قاصر ہیں۔ لہٰذا مقالہ نگار کی پہلی غلطی ان کو تاریخی کہنا ہے۔ دوسرے یہ کہ ان قصوں کی نسبت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی سے ہے اور یہ مرفوع روایتیں ہیں، لہٰذا ان کو ذہن وخیال کی تخلیق کردہ فرضی داستانوں میں شامل نہیں کرسکتے۔ قرآن کے قصوں میں قصہ گو حضرات نے اضافے کیے ہیں، مگر احادیث نبوی کے قصوں میں کسی نے کوئی اضافہ نہیں کیا ہے۔